التحقیق المسلّم فی حکم النکاح من غیر مسلم

غیر مسلم سے نکاح کا تفصیلی حکم

مصنف

عبید عطار ابو محمد

احمد رضا عطاری حنفی

نظرِ ثانی و تصدیق

علامہ ابو احمد **مفتی محمد انس رضا قادری** مدظلہ العالی

ایم اے، اسلامیات، اردو، پنجابی

شہادۃ العالمیہ، المتخصص فی الفقہ الاسلامی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ　　　　وعلی الک و اصحٰبک یا حبیب اللہ

رسالہ: التحقیق المسلّم في حکم النکاح من غیر مسلم

غیر مسلم سے نکاح کا تفصیلی حکم

ریفرنس نمبر: AR9　　　　تاریخ: 10.01.2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا ایک مسلمان لڑکا غیر مسلم لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے نیز کیا ایک مسلمان لڑکی غیر مسلم لڑکے سے شادی کر سکتی ہے؟ یہاں اسپین میں اکثر ایسے سوالات ہوا کرتے ہیں کہ آخر غیر مسلم سے نکاح کیوں نہیں کر سکتے اور دلائل کے طور پر قرآنِ پاک سے بھی آیت پیش کرتے ہیں کہ جب قرآن اجازت دے رہا ہے تو علما کیوں منع کرتے ہیں؟ براہِ کرم مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جواب جاننے سے قبل یہ بات ہم سب ذہن میں رکھیں کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان اللہ عزوجل پر ایمان لاتا اور اس کے احکامات پر عمل کرتا ہے۔ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے؟ کیا چیز جائز اور کیا چیز ناجائز ہے؟ یہ ہماری خواہش اور ہماری مرضی کے مطابق نہیں بلکہ حلال و حرام کا دار و مدار اللہ پاک کی کتاب قرآن کریم اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیان کردہ احادیث ہیں۔ علمائے کرام و فقہائے عظام تو وہی بیان فرماتے ہیں جو شریعتِ مطہرہ کا حکم ہوتا ہے، اب اگر وہ کسی کی خواہش یا مرضی کے خلاف ہے تو اس میں بلاوجہ اعتراضات کرنا اور اشکالات پیدا کر کے مسلمانوں کو اسلام و سنت سے دور کرنا نہایت نازیبا اور غلط حرکت ہے بلکہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ اپنے رب عزوجل کے حکم کو دل و جان سے مانے اور اس پر عمل کرے۔ اللہ رب العزت ہمیں اپنی زندگی شریعت مطہرہ کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سوال کو بعض مقدمات میں تقسیم کیا گیا ہے ہر ایک صورت کا حکم درج ذیل ہے:

مسلمان لڑکی کا نکاح غیر مسلم لڑکے سے

مسلمان لڑکی کا نکاح کسی بھی کافر چاہے **مشرک** ہو یا **اہلِ کتاب**، کسی بھی غیر مسلم سے نہیں ہو سکتا۔ مثلاً عیسائی، یہودی، ہندو، بت پرست، آتش پرست، قادیونی، نیچری، سکھ، دہریہ وغیرہ کسی بھی غیر مسلم سے جائز نہیں۔ اگر مسلمان لڑکی کا نکاح غیر مسلم سے کیا گیا تو یہ نکاح محض باطل ہے یعنی منعقد ہی نہ ہو گا اور زنائے خالص ہو گا۔

یہ بات یاد رکھئے کہ کسی بھی غیر مسلم مرد سے مسلمان لڑکی کا نکاح کرنا، ناجائز اور حرامِ قطعی ہے اور اس کی حرمت قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں واضح طور پر موجود ہے۔

اللہ عزوجل قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ﴾ ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ (مسلمان عورتیں) ان (کافروں) کیلئے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لئے حلال (یعنی نہ کافر مرد، مسلمان عورتوں کو حلال) ہیں۔
(سورۃ الممتحنۃ 60، آیت نمبر 10)

نیز اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں صریح منع فرمایا، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: "وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا" ترجمۂ کنزالعرفان: اور (مسلمان عورتوں کو) مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔
(سورۃ البقرۃ 2، آیت نمبر 221)

علامہ فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی: 606ھ) اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: "فلا خلاف هاهنا أن المراد به الكل وأن المؤمنة لا يحل تزويجها من الكافر" یعنی: یہاں کوئی اختلاف نہیں کہ اس سے مراد تمام کافر ہیں اور یہ کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی بھی کافر سے کرنا حلال نہیں ہے۔
(مفاتيح الغيب التفسير الكبير، سورۃ البقرۃ 2، آیت نمبر 221، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 413، مطبوعہ: دار إحياء التراث العربي بيروت)

علامہ محمد ثناء اللہ مظہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی 1225ھ) اس آیتِ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں: هذه الاية محكمة لا يجوز نكاح المؤمنة بالمشرك كتابيا كان او غيره اجماعا" یعنی: یہ آیت محکم ہے، اجماعی طور پر مسلمان عورت کا نکاح کسی مشرک سے جائز نہیں ہے چاہے وہ اہل کتاب کافر ہو یا ان کے علاوہ۔
(التفسير المظهري، سورۃ البقرۃ 2، آیت نمبر 221، جلد نمبر 6، صفحہ 41، مطبوعہ: مکتبۃ الرشدیۃ)

حضرتِ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیثِ پاک کے ایک جز میں نبی پاک ﷺ کا صریح فرمان ہے: "لا يتزوَّجون نساءَنا" یعنی: "اہلِ کتاب ہماری (مسلمان) عورتوں سے شادی نہیں کرسکتے۔
(جامع البیان تفسیر طبری، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 367، مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالۃ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کا ہے: "ولا يتزوج النصراني المسلمة" یعنی: اور عیسائی لڑکا مسلم لڑکی سے شادی نہیں کرسکتا۔

(جامع البیان تفسیر طبری، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 366، مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالۃ)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی (المتوفی 1436ھ) لکھتے ہیں: " وأجمعت الأمة على حرمة زواج المسلمة بالكافر" یعنی: مسلمان لڑکی کے کافر کے ساتھ نکاح کے حرام ہونے پر اس امت کا اجماع ہے۔
(التفسیر المنیر، جلد 2، صفحہ 295، مطبوعہ: دار الفکر المعاصر)

علامہ علاء الدین، ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی: 587ھ) فرماتے ہیں: " إذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر؛ لقوله تعالى: وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا [البقرة: 221] ولأن في إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة في الكفر؛ لأن الزوج يدعوها إلى دينه، والنساء في العادات يتبعن الرجال فيما يؤثرون من الأفعال ويقلدونهم في الدين إليه وقعت الإشارة في آخر الآية بقوله عز وجل: أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ [البقرة: 221] لأنهم يدعون المؤمنات إلى الكفر، والدعاء إلى الكفر دعاء إلى النار؛ لأن الكفر يوجب النار، فكان نكاح الكافر المسلمة سببا داعيا إلى الحرام فكان حراما، والنص وإن ورد في المشركين لكن العلة، وهي الدعاء إلى النار يعم الكفرة، أجمع فيتعمم الحكم بعموم العلة فلا يجوز إنكاح المسلمة الكتابي كما لا يجوز إنكاحها الوثني والمجوسي؛ لأن الشرع قطع ولاية الكافرين عن المؤمنين بقوله تعالى: وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلا [النساء: 141] فلو جاز إنكاح الكافر المؤمنة لثبت له عليها سبيل، وهذا لا يجوز "یعنی: جب عورت مسلمان ہو تو کافر مرد کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے "وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا [البقرة: 221] ترجمۂ کنزالعرفان: اور (مسلمان عورتوں کو) مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔" نیز چونکہ مسلمان عورت کا نکاح کافر سے کروانے میں مسلمان عورت کے کفر میں مبتلا ہو جانے کا خوف بھی ہے اس لئے کہ اس کا شوہر اسے اپنے دین کی جانب بلائے گا اور خواتین کی یہ فطری عادتوں میں سے ہے کہ وہ مردوں کی اتباع کرتی ہیں ان کاموں میں جو مردوں کو پسند ہوں اور دین کے معاملے میں بھی انہیں کی پیروی کرتی ہیں، اس چیز کی طرف اس آیتِ مبارکہ کے آخر میں اشارہ فرمایا گیا چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: " أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ [البقرة: 22] ترجمۂ کنزالایمان: وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔" اس لئے کہ وہ مردان عورتوں کو کفر کی طرف بلائیں گے اور کفر کی طرف بلانا دوزخ کی آگ کی طرف بلانا ہی ہے کیونکہ کفر کرنا دوزخ میں جانے کا باعث ہے۔ پس مسلمان عورت سے کافر مرد کا نکاح کرنا حرام کی طرف لے جانے کا سبب ہوا تو یہ حرام ہے۔ قرآن مجید کی نص اگرچہ مشرکین کے متعلق وارد ہوئی لیکن علت جو کہ دوزخ کی آگ کی طرف بلانا ہے یہ تمام کفار میں عام ہے، تو یہ حکم اس علت کے عموم کی وجہ سے عام رہے گا پس مسلمان لڑکی کا نکاح اہلِ کتاب لڑکے سے جائز ہی نہیں جیسا کہ اس کا نکاح بت پرست اور مجوسی سے ناجائز ہے۔ اس لئے کہ شریعتِ مطہرہ مسلمانوں پر سے کافروں کی ولایت کو ختم کرتی ہے جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان: " وَلَنْ

يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلا [النساء: 141] ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔" تو اگر کافر مرد کا مسلمان عورت سے نکاح جائز ہوتا تو اس مسلمان عورت پر کافر مرد کی راہ وولایت ثابت ہوتی پس لہذا یہ بالکل جائز ہی نہیں۔

(بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل إسلام الرجل، جلد نمبر2، صفحہ نمبر271، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ)

فقہائے اربعہ اور تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے جیسا کہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی (المتوفی 1436ھ) نقل کرتے ہیں:

"فلا تحل مسلمة لكافر بالإجماع، لقوله تعالى: وَلا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ [البقرة:2/221]" یعنی: پس مسلمان عورت کافر مرد کے لئے حلال ہی نہیں اجماعی طور پر کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: " وَلا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ [البقرة:2/221] ترجمۂ کنزالعرفان: اور (مسلمان عورتوں کو) مشرکوں کے نکاح میں نہ دو۔"

(الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد9، صفحہ110، مطبوعہ: دار الفکر)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی (المتوفی 1367ھ) بہارِ شریعت میں لکھتے ہیں:

"مسلمان عورت کا نکاح مسلمان مرد کے سوا کسی مذہب والے سے نہیں ہوسکتا۔"

(بہار شریعت، جلد2، حصہ7، صفحہ32، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

مسلمان لڑکے کا نکاح کافرہ لڑکی سے

مسلمان لڑکے کا نکاح کسی مشرکہ مثلاً ہندو، بت پرست، آتش پرست کافرہ سے نہیں ہوسکتا، اسی طرح مرتدہ، قادیانی اور دہریہ عورت یا خدائے پاک کے وجود کا انکار کرنے والی عورت سے بھی نکاح جائز نہیں، ان سب سے نکاح سخت حرام اور باطل ہے، اگر کیا تو منعقد ہی نہ ہوگا۔ یادرہے! مسلمانوں کو مشرکہ عورتوں سے نکاح کرنے کی قطعا اجازت نہیں، قرآنِ عظیم میں اس کا صراحتاً بیان ہے۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:" وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ " ترجمۂ کنزالعرفان: اور مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہوجائیں۔ (سورۃ البقرۃ2، آیت نمبر221)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی (المتوفی 1436ھ) لکھتے ہیں:" دلت الآية على أن زواج المسلم بالمرأة المشركة كالوثنية والبوذية والملحدة لا يصح بحال" یعنی: یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مسلمان لڑکے کا مشرکہ عورت مثلاً بت پرست، بدھ مت اور ملحدہ عورت سے شادی کرنا کسی صورت بھی صحیح نہیں۔

(التفسیر المنیر، جلد2، صفحہ295، مطبوعہ: دار الفکر المعاصر)

شیخ فرید الدین عالم بن علاء دہلوی ہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی: 786ھ) فتاوی تاتارخانیہ میں لکھتے ہیں: "ولا یجوز وطئ الکافرۃ بنکاح ولا بملک یمین الا الکتابیات، فنکاح غیر الکتابیۃ لا یجوز للمسلم بحال" یعنی: کافرہ عورت کے ساتھ مباشرت نہ نکاح کے ذریعے جائز ہے اور نہ ہی ملک یمین سے ماسوائے کتابیہ کے، پس غیر کتابیہ عورت سے نکاح کسی بھی حال میں مسلمان کے لئے جائز نہیں۔

(الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب النکاح، الفصل مایجوز من الانکحۃ...، جلد4، صفحہ70، مطبوعہ: مکتبۃ زکریۃ)

مسلمان لڑکے کا نکاح اہلِ کتاب لڑکی سے

فی زمانہ کسی مسلمان لڑکے کا کتابیہ (یعنی عیسائیہ یا یہودیہ) لڑکی سے نکاح کرنا، مکروہِ تحریمی اور ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ کتابیہ سے نکاح کی اجازت صرف اس صورت میں تھی کہ جب وہ ذِمیہ ہو اور وہ بھی کراہتِ تنزیہی کے ساتھ تھی، اب فی زمانہ دنیا میں ذِمی کفار نہیں ہیں، بلکہ عمومی طور پر حَربی کفار ہیں اور حربیہ کتابیہ سے نکاح مکروہ تحریمی ہے، اگر کیا تو نکاح منعقد تو ہو جائے گا مگر یہ ممنوع اور گناہ کا کام ہے، اس سے بچنا واجب ہے۔ واضح رہے کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب وہ عورت واقعی کتابیہ ہو اور اگر صرف نام کی کتابیہ (عیسائیہ یا یہودیہ) ہو اور حقیقۃً نیچری اور دہریہ مذہب رکھتی ہو، جیسے آج کل کے بہت سے عیسائی کہلانے والوں کا حقیقت میں کوئی مذہب ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ دہریے ہوتے ہیں، تو ان سے بالکل نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ یادرکھئے! اسپین دارالحرب ہے اور دارالحرب میں رہنے والی اہلِ کتاب عورت (عیسائیہ و یہودیہ) سے نکاح کرنا تو مطلقاً گناہ ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

بعض حضرات یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ قرآن میں عیسائی عورت سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا پھر علما کیوں اس سے منع کرتے ہیں؟ آخر ہم غیر مسلم ملک میں رہتے ہیں اگر کوئی عورت بھا جائے تو ہم اس سے نکاح کیوں نہیں کر سکتے؟ اگر کوئی شخص زنا میں پڑ جانے کا خوف رکھتا ہو اور اس کا خاندان پاکستان میں مقیم ہو تو آیا اتنی بھی چھوٹ نہیں کہ وہ یہاں کی عورت سے نکاح کر سکے؟؟؟

حکمِ مسئلہ وضاحت کے ساتھ اوپر ذکر کر دیا گیا اور یہی اصح ہے کہ حقیقی اہلِ کتاب لڑکی (عیسائیہ) سے نکاح مکروہِ تحریمی اور ناجائز و گناہ ہے۔ جہاں تک تعلق ہے قرآن پاک میں اجازت کے بیان کا تو آیئے ذیل میں اس پر کلام کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُؕ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ۪ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ٘ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَ لَا مُتَّخِذِیْۤ اَخْدَانٍؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ٘ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۠ (۵) ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج تمہارے لئے

پاک چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پاکدامن مسلمان عورتیں اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان کی پاکدامن عورتیں جبکہ تم ان سے نکاح کرتے ہوئے انہیں ان کے مہر دو، نہ زنا کرتے ہوئے اور نہ انہیں پوشیدہ آشنا بناتے ہوئے اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہو جائے تو اس کا ہر عمل برباد ہو گیا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔

(سورۃ المائدہ 5، آیت نمبر 5)

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے اس حصے "پاکدامن مسلمان عورتیں اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان کی پاکدامن عورتیں" اس کو بنیاد بنا کر یہ کہا جاتا ہے کہ عیسائی عورت سے نکاح کی اجازت دینی چاہیے، آیئے جانتے ہیں یہاں مراد کیا ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان و علمائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کا آیت کے اس حکم کے بارے میں کیا فرمانا ہے۔ مگر اس سے پہلے یہ جان لیں کہ غیر مسلم (چاہے مشرک ہو یا اہلِ کتاب کافر) کی تین قسمیں ہیں: (1) ذِمی (2) مُستامِن (3) حَربی

ذِمی: وہ کافر جو اپنی جان و مال کی حفاظت کے بدلے بادشاہِ اسلام کو ٹیکس (جزیہ) دیتا ہو اور مطیع الاسلام ہو کر رہتا ہو۔

مُستامِن: وہ کافر جو دوسرے ملک میں امان لے کر گیا ہو یا جسے بادشاہِ اسلام نے امان دی ہو۔

حَربی: وہ کافر جو ذِمی اور مستامن نہ ہو، یعنی ایسا کہ جس نے مسلمانوں سے ٹیکس (جزیہ) کے عوض عقدِ ذمہ نہ کیا ہو۔

یادرکھئے! فی زمانہ تمام اہلِ کتاب حَربی ہیں۔ چونکہ آج کل جو کافر مستقل طور پر کسی بھی ملک میں رہائش پذیر ہیں خواہ وہاں مسلمانوں کی حکومت ہے یا کفار کی، نہ تو وہ اس ملک میں بطورِ کافر رہنے کا ٹیکس (یعنی جزیہ) دیتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے ملک سے امان لے کر آئے ہوتے ہیں، پس وہ حربی کافر ہی ہوئے۔ (مناسب ہے کہ ساتھ ہی دارالاسلام اور دارالحرب کی تعریف بھی جان لیں)

دارُ الاسلام

وہ ملک جس میں فی الحال اسلامی سلطنت ہو یا اب تو نہیں مگر پہلے کبھی تھی اور غیر مسلم بادشاہ نے اس میں شعائرِ اسلام مثلاً جمعہ، عیدین، اذان واقامت اور جماعت وغیرہ پر پابندی نہ لگائی ہو بلکہ شعائرِ اسلام باقی رکھے ہوں تو اِسے دارالاسلام کہتے ہیں۔ جیسے پاکستان، دبئ، ترکی اور انڈیا وغیرہ

دارُ الحرب

وہ ملک جہاں کبھی سلطنت اسلامی نہ ہوئی اسے دارالحرب کہتے ہیں، یا کسی ملک میں کبھی سلطنت اسلامی ہوئی تو تھی مگر پھر ایسی غیر قوم کا تسلُّط ہو گیا جس نے شعائرِ اسلام مثلاً: جمعہ، عیدین، اذان واقامت اور جماعت وغیرہ فوراً سب اٹھا دیئے، انہیں بالکل ختم کر دیا اور شعائرِ کُفر جاری کر دیئے نیز کوئی شخص اَمانِ اول پر باقی نہ رہا اور وہ جگہ چاروں طرف سے دارالاسلام میں گھری ہوئی بھی نہیں، تو وہ دارالحرب ہے۔ مثلاً برطانیہ، امریکہ وغیرہ

کیا اسپین دارالحرب ہے؟

بے شک ملکِ اسپین (Spain) دارالحرب ہے، موجودہ تمام اسپین میں دارالحرب کے احکامات ہی جاری ہوں گے، اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی زمانے میں اسپین دارالاسلام تھا کیونکہ یہاں سلطنتِ اسلامیہ قائم ہوئی تھی جیسا کہ تاریخ گواہ مگر پھر ایسی قوم کا تسلط ہوا کہ جس نے شعائرِ اسلام جیسے جمعہ، عیدین، جماعت، اذان وغیرہ یک لخت اٹھالئے اور ان پر پابندی عائد کردی، قطع نظر اس بات کے کہ اب بعض صورتوں میں ان افعال کو بجالانے کی مسلمانوں کو اجازت مل جایا کرتی ہے۔ نیز فقہاءِ کرام نے دارالاسلام کے دارالحرب بن جانے کی تین شرائط بیان کی ہیں، (1) شعائرِ کفر جاری کر کے شعائرِ اسلام یک لخت اٹھا لئے جائیں۔ (2) کوئی شخص امانِ اول پر باقی نہ رہے۔ (3) وہ جگہ چاروں طرف سے دارالاسلام سے گھری ہوئی نہ ہو بلکہ دارالحرب سے متصل ہو۔ جب یہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو دارالاسلام دارالحرب بن جاتا ہے اور ملکِ اسپین میں یہ تینوں شرائط پائی جاری ہیں، اس لئے ملکِ سپین بشمول اس کے وہ تمام علاقے کہ جو کبھی اسلامی سلطنت کا حصہ تھے سب کے سب اب "دارالحرب" ہیں۔ پس جب اسپین دارالحرب ہے تو اس میں رہنے والے تمام کافر حَربی و حَربیہ ہیں۔

آیئے اب چلتے ہیں آیتِ مبارکہ کے اس حصے کی جانب کہ آیا اُس سے مراد کیا ہے؟ **تو یاد رکھئے!** اس آیت میں جن اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح حلال ہونے کا بیان ہے اس سے مراد ذمیہ اہلِ کتاب عورت ہے، یعنی یہ اجازت دارُ الاسلام میں رہنے والی ذِمِّیَہ (ذمی کی مؤنث) اہلِ کتاب عورت کے ساتھ ہے۔ موجودہ زمانے میں جو اہلِ کتاب ہیں یہ حربی ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور حربیہ اہلِ کتاب کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے۔ نیز اہلِ کتاب عورت سے نکاح کرنے میں بہت سے فتنوں اور بہت سی دینی و دنیاوی خرابیوں کا دروازہ کھلنے کا بھی خوف ہے، نکاح کے ذریعے محبت و الفت پیدا ہوتی ہے جبکہ کفار سے نہ صرف دلی محبت و الفت بلکہ دوستی و قلبی ہمدردی سے بھی منع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں کافرہ عورت سے جو اولاد پیدا ہو گی وہ بھی اپنی والدہ کی تربیت اور اس سے اُنسیت رکھنے کے باعث کفار ہی کی عادات و اطوار اپنانا چاہے گی اور اسی کے طور طریقے اور عقیدے پر اپنی زندگی بسر کرے گی۔ واضح رہے! کفار کی صحبت آخرت کے لئے سخت نقصان دہ ہے اور بعض اوقات تو ایمان کی بربادی کا بھی سبب بنتی ہے، پس حربیہ کافرہ سے نکاح کو سخت ممنوع اور گناہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور متقدمین علمائے کرام وفقہائے عظام رحمہم اللہ تعالی کے اس بارے میں صریح اقوال موجود ہیں:

چنانچہ علامہ احمد بن علی ابو بکر رازی جصاص حنفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (المتوفی: 370ھ) فرماتے ہیں: ”واتفق جماعۃ من الصحابۃ علی اباحۃ نکاح الکتابیات الذمیات“ ترجمہ: صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت ذمی اہل کتابیات سے نکاح کی اباحت پر متفق ہے۔

(احکام القرآن للجصاص، ج2، ص409، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

علامہ احمد بن علی ابو بکر رازی جصاص حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی: 370ھ) ہی نقل کرتے ہیں: "قال ابن عباس: ولا تحل نساء اھل الکتاب اذا کانوا احرباً" یعنی: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اہل کتاب جب حربی ہوں تو ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔

(احکام القرآن للجصاص، ج3، ص326، دار إحیاء التراث العربی)

شمس الائمہ علامہ محمد بن احمد سرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی: 483ھ) نقل فرماتے ہیں: "علي بن أبي طالب رضي الله عنه أنه سئل عن مناكحة أهل الحرب من أهل الكتاب؟ فكره ذلك" یعنی: حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم سے حربیہ اہلِ کتاب (عیسائیہ و یہودیہ) کے ساتھ نکاح کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم نے اسے مکروہ فرمایا۔

(المبسوط للسرخسی، کتاب النکاح، جلد5، صفحہ50، مطبوعہ: دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابو بکر بن ابی شیبہ عبسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی: 235ھ) حدیثِ پاک نقل فرماتے ہیں: "عن ابن عمر، أنه كان يكره نكاح نساء أهل الكتاب" یعنی: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح کو مکروہ جانا کرتے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ، حدیث 16165، جلد3، صفحہ 475، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد الریاض)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک اور روایت نقل فرماتے ہیں: "نساء أهل الكتاب لنا حلال إلا أهل الحرب فإن نساءهم وذبائحهم عليكم حرام" یعنی: اہل کتاب کی عورتیں ہمارے لئے حلال ہیں سوائے حربیہ عورت کے، پس اہلِ حرب کی عورتیں اور ان کا ذبیحہ تم پر حرام ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ، حدیث 16178، جلد3، صفحہ 476، مطبوعہ: مکتبۃ الرشد الریاض)

علامہ محمد ثناء اللہ مظہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی 1225ھ) ایک آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: "كان ابن عباس يقول لا يجوز نكاح الحربية والله اعلم وكان ابن عمر يمنع نكاح الكتابية مطلقا حرة كانت اوامة ذمية او حربية" یعنی: سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ حربیہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں اور سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مطلقا کتابیہ عورت سے نکاح کرنے سے منع فرماتے تھے چاہے وہ آزاد ہو یا باندی، ذمیہ ہو یا حربیہ۔

(التفسیر المظھري، سورۃ المائدہ 5، آیت نمبر 5، جلد 3، صفحہ 41، مطبوعہ: مکتبۃ الرشدیۃ)

اُسی آیت کے تحت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: "يكره نكاح الكتابية مطلقا اجماعا لاستلزام النكاح مصاحبة الكافرة وموالاتها وتعريض الولد على التخلق بأخلاق الكفار لاجل مصاحبة الام

وموانستها" یعنی: کتابیہ عورت سے نکاح اجماعی طور پر مطلقاً مکروہ ہے، نکاح سے کافرہ عورت کی صحبت اختیار کرنے اور اس سے محبت و ہمدردی ہو جانے کی وجہ سے اور ہونے والی اولاد کو اپنی والدہ کی الفت اور اس کی صحبت کے سبب کافروں کی عادات و اطوار اپنانے پر پیش کرنے کی وجہ سے۔

(التفسیر المظھري، سورۃ المائدہ 5، آیت نمبر 5، جلد 3، صفحہ 41، مطبوعہ: مکتبۃ الرشدیۃ)

علامہ احمد بن علی ابو بکر رازی جصاص حنفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (المتوفی: 370ھ) لکھتے ہیں: "کرھه أصحابنا لقوله تعالى: {لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا آباءهم أو أبناءهم أو إخوانهم أو عشيرتهم} [المجادلة: 22]، والنكاح يوجب المودة لقوله تعالى: {وجعل بينكم مودة ورحمة} [الروم: 21] فلما أخبر أن النكاح سبب المودة، والرحمة ونهانا عن موادة أهل الحرب، كرهوا ذلك. وقوله: {يوادون من حاد الله ورسوله} [المجادلة: 22] ۔۔۔۔ ومن جهة أخرى وهو أن ولده ينشأ في دار الحرب على أخلاق أهلها، وذلك منهي عنه، قال صلى الله عليه وسلم: "أنا بريء من كل مسلم بين ظهراني المشركين" وقال صلى الله عليه وسلم: "أنا بريء من كل مسلم مع مشرك" یعنی: ہمارے فقہائے کرام نے کتابیہ حربیہ عورت سے نکاح کو مکروہ (تحریمی) جانا اللہ رب العزت کے اس قول "﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔" اس کی وجہ سے کیونکہ نکاح تو دوستی، محبت و الفت کا باعث ہے جیسا کہ اللہ پاک کا (شادی شدہ جوڑوں کے بارے میں) فرمان "﴿وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے آپس میں محبّت اور رحمت رکھی" پس جب آگاہ کر دیا گیا کہ نکاح الفت و محبت اور رحمت و ہمدردی کا سبب ہے اور ہمیں تو اہلِ حرب سے محبت و الفت رکھنے سے منع کیا گیا ہے پس ان کے ساتھ نکاح کو مکروہ رکھا گیا ہے، کہ اللہ پاک کا فرمان "﴿یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: وہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی (یعنی مومنین سے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان کی یہ شان ہی نہیں اور ایمان اس کو گوارا ہی نہیں کرتا کہ خدا اور رسول کے دشمن سے دوستی کریں۔" ۔۔۔۔ نیز ایک اور وجہ یہ کہ ہونے والی اولاد دارالحرب میں انہیں کافروں کے عادات و اطوار پر پروان چڑھے گی اور اس چیز سے منع کیا گیا ہے چنانچہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: "أنا بريء من كل مسلم بين ظهراني المشركين یعنی: میں ہر اس مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرکین کے ساتھ

رہے سہے۔" اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ: "أنا بريء من كل مسلم مع مشرك یعنی: میں ہر اس مسلمان سے جو مشرک کے ساتھ ہو، بری ہوں۔" (احکام القرآن للجصاص، ج1، ص405، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

فقہی جزئیات

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالی علیہ (المتوفی: 861ھ) فرماتے ہیں: "وتكره الكتابية الحربية إجماعا" یعنی: حربیہ اہل کتاب عورت سے نکاح اجماعی طور پر مکروہ ہے۔

(فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات، جلد3، صفحہ228، مطبوعہ: دار الفکر)

علامہ محمد امین بن عمر ابنِ عابدین رحمۃ اللہ تعالی علیہ (المتوفی 1252ھ) فرماتے ہیں: "أن إطلاقهم الكراهة في الحربية يفيد أنها تحريمية" یعنی: کتابیہ حربیہ سے نکاح کے متعلق فقہائے کرام کا کراہت کو مطلق رکھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مکروہِ تحریمی ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، جلد3، صفحہ45، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت)

نیز علامہ محمد امین بن عمر ابنِ عابدین رحمۃ اللہ تعالی علیہ (المتوفی 1252ھ) ہی لکھتے ہیں: "حل تزوج الكتابية۔۔۔۔ صريح في ذلك فإن المكروه تحريما لا يحل فافهم" یعنی: کتابیہ وغیرہ سے نکاح منعقد تو ہو جاتا ہے اس میں صراحت ہے مگر یہ مکروہِ تحریمی ہے جس کا کرنا جائز نہیں۔ پس اسے سمجھو!

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، جلد3، صفحہ47، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی (المتوفی 1436ھ) لکھتے ہیں: "أما الحربية: فيحرم تزوجها عند الحنفية إذا كانت في دار الحرب؛ لأن تزوجها فتح لباب الفتنة، وتكره عند الشافعية، وعند المالكية، والزواج بها خلاف الأولى عند الحنابلة" یعنی: حربیہ کتابیہ سے نکاح کا مسئلہ: احناف کے نزدیک جب وہ دار الحرب میں ہو تو اس سے نکاح حرام ہے کیونکہ اس سے نکاح کرنا فتنے کا دروازہ کھولنا ہے۔ شوافع اور مالکیہ کے نزدیک مکروہ ہے، نیز ان سے نکاح کرنا حنابلہ کے نزدیک بھی خلافِ اَولی ہے۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد9، صفحہ146، مطبوعہ: دار الفکر)

فقیہ حنفیہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (المتوفی 1069ھ) درر الحکام پر اپنے حاشیے میں لکھتے ہیں: "قال الكمال والأولى أن لا يفعل ولا يأكل ذبيحتهم إلا لضرورة وتكره الكتابية الحربية إجماعا لانفتاح باب الفتنة مع إمكان التعلق المستدعي للمقام معها في دار الحرب وتعريض الولد على التخلق بأخلاق أهل الكفر

وعلى الرق بأن تسبى وهي حبلى فيولد الولد رقيقا، وإن كان مسلما" یعنی: علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا بہتر یہی ہے کہ کتابیہ عورت سے نکاح نہ کیا جائے اور سوائے اشد ضرورت کے ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے۔ دار الحرب کی رہنے والی اہلِ کتاب عورت سے نکاح اجماعی طور پر مکروہ (تحریمی) ہے، فتنے کا دروازہ کھولنے کے سبب ساتھ ہی ساتھ اسی کے ہمراہ دار الحرب میں مقیم ہو جانے کی خواہش رکھنے کے امکان اور ہونے والی اولاد کے کافروں کی عادات واطوار اپنانے اور غلام بننے پر پیش کرنے کی وجہ سے، بایں معنی کہ اس عورت کو قید کیا جاتا ہے اس حال میں کہ وہ حاملہ ہو تو وہ جو بچہ جنے کی وہ بھی غلام ہو گا اگرچہ وہ شخص مسلمان ہو۔

(درر الحكام شرح غرر الأحكام (حاشية الشرنبلالي)، كتاب النكاح، جلد 1، صفحه 332، مطبوعه: دار إحياء الكتب العربية)

اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی 1340ھ) فرماتے ہیں: عورت مجوسیہ سے مسلمان نکاح نہیں کر سکتا، اگر کرے گا باطل، یوں ہی نصرانیہ سے ایک قول پر، اور دوسرے قول پر نصرانیہ سے نکاح اگرچہ ہو جائے گا مگر ممنوع و گناہ ہے، پہلے قول پر اس سے بچنا فرض ہے اور دوسرے قول پر واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویه، جلد 12، صفحه نمبر 262، مطبوعه: رضا فاؤنڈیشن لاہور)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی (المتوفی 1367ھ) بہارِ شریعت میں لکھتے ہیں: "یہودیہ اور نصرانیہ سے مسلمان کا نکاح ہو سکتا ہے مگر چاہیے نہیں کہ اس میں بہت سے مفاسد کا (بہت سی خرابیوں کا) دروازہ کھلتا ہے۔ مگر یہ جواز اُسی وقت تک ہے جب کہ اپنے اُسی مذہب یہودیت یا نصرانیت پر ہوں اور اگر صرف نام کی یہودی نصرانی ہوں اور حقیقۃً نیچری اور دہریہ مذہب رکھتی ہوں، جیسے آجکل کے عموماً نصاریٰ کا کوئی مذہب ہی نہیں تو اُن سے نکاح نہیں ہو سکتا، نہ ان کا ذبیحہ جائز بلکہ ان کے یہاں تو ذبیحہ ہوتا بھی نہیں۔"

(بہار شریعت، جلد 2، حصہ 7، صفحہ 32، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی 1340ھ) فرماتے ہیں: نصرانیہ اگر سلطنتِ اسلامیہ میں مطیع الاسلام ہے اس سے نکاح مکروہِ تنزیہی ہے ورنہ مکروہِ تحریمی قریب بحرام۔ یہ بھی اس صورت میں کہ وہ واقعی نصرانیہ ہو نہ حالتِ دہریت و نیچریت جیسے مسلمان کہلانے والا نیچری مسلمان نہیں۔

(فتاوی افریقه، جلد 1، صفحه نمبر 85، مطبوعه: مکتبه نوریه رضویه)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی (المتوفی 1367ھ) فتاویٰ امجدیہ میں لکھتے ہیں: "اس زمانے کے نصاریٰ اب اس قسم کے نہیں ہیں جو زمانۂ سابق میں تھے، آج کل تو بالکل دہریہ و نیچریہ ہیں، لہذا ان کے وہ احکام

نہیں جو نصاریٰ کے تھے کہ مسلمان کا نکاح نصرانیہ سے ہو جائے، ان کا ذبیحہ جائز ہو۔۔۔۔۔ بلکہ اب تو علماء تصریح فرماتے ہیں، نصرانیہ جب کہ نصرانیہ ہو اور یہودیہ سے نکاح جائز ہے مگر ذمیہ ہو تو مکروہِ تنزیہی اور حربیہ ہو تو مکروہِ تحریمی قریب بحرام۔
(فتاوی امجدیہ، کتاب النکاح، جلد 2، صفحہ 69، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ)

مفتی ابو صالح محمد قاسم عطاری دامت برکاتھم العالیہ فرماتے ہیں: "(1)...اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہے لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ واقعی اہلِ کتاب ہوں، دہریہ نہ ہوں جیسے آج کل بہت سے ایسے بھی ہیں۔(2)...یہ اجازت بھی دارُالاسلام میں رہنے والی ذِمِّیَہ اہلِ کتاب عورت کے ساتھ ہے۔ موجودہ زمانے میں جو اہلِ کتاب ہیں یہ حربی ہیں اور حربیہ اہلِ کتاب کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔(3)...ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ یہ اجازت صرف مسلمان مردوں کو ہے مسلمان عورت کا نکاح کتابی مرد سے قطعی حرام ہے۔"
(صراط الجنان فی تفسیر القرآن، سورۃ المائدۃ، آیت نمبر 5، جلد 2، صفحہ 386، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

دارالحرب کے دارالاسلام بننے کے بارے میں فتاویٰ عالمگیری میں ہے:" قال محمد رحمه الله تعالى في الزيادات: إنما تصير دار الإسلام دار الحرب عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى بشروط ثلاثة أحدها: إجراء أحكام الكفار على سبيل الاشتهار وأن لا يحكم فيها بحكم الإسلام، والثاني: أن تكون متصلة بدار الحرب لا يتخلل بينهما بلد من بلاد الإسلام، والثالث: أن لا يبقى فيها مؤمن، ولا ذمي آمنا بأمانه الأول الذي كان ثابتا قبل استيلاء الكفار للمسلم بإسلامه وللذمي بعقد الذمة" یعنی: زیادات میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تین شرائط کے ساتھ دارالاسلام دارالحرب بن جاتا ہے۔ پہلی شرط: اعلانیہ کافروں کے احکام جاری ہونا اور اس میں احکامِ اسلام کے مطابق فیصلے نہ کئے جانا۔ دوسری شرط: اس مقام کا دارالحرب سے متصل ہونا کہ ان دونوں کے درمیان بلادِ اسلامیہ میں سے کوئی ملک موجود نہ ہو۔ تیسری شرط: کسی مسلمان یا ذمی کا امانِ اول پر باقی نہ رہنا وہ امان جو کفار کے قبضہ کرنے سے پہلے مسلمان کے لئے اس کے اسلام اور ذمی کے لئے عقدِ ذمہ کی وجہ سے ثابت ہوا تھی۔
(الفتاوی الھندیہ، کتاب السیر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 232، مطبوعہ: دار الفکر)

دارالاسلام کی تعریف بیان کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی 1340ھ) فرماتے ہیں: "دارالاسلام وہ ملک ہے کہ فی الحال اس میں اسلامی سلطنت ہو، یا اب نہیں تو پہلے تھی، اور غیر مسلم بادشاہ نے اس میں شعائر اسلام مثل جمعہ وعیدین واذان واقامت وجماعت باقی رکھے اور اگر شعائر کفر جاری کئے اور شعائر

اسلام یک لخت اٹھادیئے اور اس میں کوئی شخص امان اول پر باقی نہ رہا، اور وہ جگہ چاروں طرف سے دارالاسلام سے گھری ہوئی نہیں تو دارالحرب ہو جائے گا، جب تک یہ تینوں شرطیں جمع نہ ہوں کوئی دارالاسلام دارالحرب نہیں ہو سکتا۔"

(فتاوی رضویه، کتاب الاجاره، جلد نمبر 17، صفحه نمبر 367، مطبوعه: رضافاؤنڈیشن لاہور)

دارالحرب کی تعریف کے بارے میں فقیہِ ملت مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (المتوفی 1422ھ) فرماتے ہیں: "دارالحرب وہ ہے جہاں بادشاہِ اسلام کا حکم کبھی جاری نہ ہوا ہو جیسے: روس، فرانس، جرمن اور پرتگال وغیرھا یورپ کے اکثر ممالک یا بادشاہِ اسلام کے احکام جاری ہوئے ہوں مگر پھر غلبۂ کفار کے بعد شعائرِ اسلام بالکل مٹا دیئے گئے ہوں اور وہاں کوئی مسلمان امانِ اول پر باقی نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ دارالحرب سے ملحق ہو، سلطنتِ اسلامیہ میں محصور نہ ہو۔"

(فتاوی فیض الرسول، جلد نمبر 2، صفحه نمبر 386، مطبوعه: شبیر برادرز لاہور)

کافر کی اقسام بیان کرتے ہوئے فقیہِ ملت مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (المتوفی 1422ھ) فرماتے ہیں: کفار کی تین قسمیں ہیں: (1) ذمی (2) مستامن (3) حربی۔ ذمی اس کافر کو کہتے ہیں جس کے جان ومال کی حفاظت کا بادشاہِ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو اور مستامن اس کافر کو کہتے ہیں جسے بادشاہِ اسلام نے امان دی ہو اور ہندوستان کے کافروں کے لئے نہ بادشاہِ اسلام کا ذمہ ہے نہ امان۔ اس لئے وہ حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حضرت عالمگیر شہنشاہ اورنگزیب علیہ الرحمہ کے زمانہ کے کافروں کے بارے میں لکھا: ان ھم مالا حربی وما یعلقھا الا العلمون (تفسیراتِ احمدیہ، صفحہ 300) اور جب زمانۂ عالمگیر کے کفار حربی ہیں تو اس زمانے کے کفار بدرجۂ اولیٰ حربی ہیں۔

(فتاوی فیض الرسول، جلد 1، صفحه 501، مطبوعه: شبیر برادرز لاہور)

اہم تنبیہ!

یاد رکھئے مسلمانوں کو کفار سے قلبی محبت اور دوستانہ تعلقات سے منع کیا گیا ہے جس کی پابندی بہر صورت ایک مسلمان کو کرنی ہے چاہے وہ پاکستان میں مقیم ہو یا دنیا کے کسی بھی ملک میں۔ پھر آخر کیوں اتنے مراسم بڑھائے جاتے ہیں کہ نوبت محبت اور عشق تک پہنچے؟ بلکہ نکاح وغیرہ تک پر اصرار ہو؟ ایک مسلمان کو یہ بات شعبہ نہیں دیتی کہ وہ اللہ ورسول کے دشمنوں اور گستاخوں سے میل جول اور دوستیاں کرے۔ واضح رہے کفار سے قلبی محبت، دوستی اور میل جول ناجائز وحرام ہے۔ اس کے بارے میں قرآن وحدیث میں صراحتاً بیان ہے۔

چنانچہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: "لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْؕ اُولٰٓىٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُؕ وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُؕ اُولٰٓىٕكَ حِزْبُ اللّٰهِؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠(۲۲)" ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم

ایسے لوگوں کو نہیں پاؤ گے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کریں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور وہ انہیں اُن باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ اللہ کی جماعت ہے، سن لو! اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔

(سورۃ المجادلۃ 58، آیت نمبر 22)

اس آیت مبارکہ کے تحت علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (المتوفی 1367ھ) فرماتے ہیں: "یعنی مومنین سے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان کی یہ شان ہی نہیں اور ایمان اس کو گوارا ہی نہیں کرتا کہ خدا اور رسول کے دشمن سے دوستی کرے۔ مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بد دینوں اور بد مذہبوں اور خدا اور سول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے مودّت و اختلاط جائز نہیں۔

(خزائن العرفان، سورۃ المجادلۃ 58، آیت نمبر 2، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

نیز ارشادِ خداوندی ہے: اِنَّمَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْۚ-وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(۹) ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے پر (تمہارے مخالفین کی) مدد کی اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ظالم ہیں۔

(سورۃ الممتحنۃ 60، آیت نمبر 9)

اور اللہ رب العباد عزوجل کا صریح ارشاد ہے: لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَۚ-وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةًؕ-وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗؕ-وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ(۲۸) ترجمۂ کنزالعرفان: مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ تمہیں ان سے کوئی ڈر ہو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

(سورۃ آل عمران 3، آیت نمبر 28)

ابو داؤد شریف کی صحیح حدیث پاک میں ہے: "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من جامع المشرك وسكن معه فإنه مثله یعنی: جو مشرک سے یکجا ہو اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی مشرک کی مانند ہے۔

(سنن ابی داؤد، جلد 3، صفحہ 93، حدیث نمبر 2787، مطبوعہ: المکتبۃ العصریۃ)

حدیث پاک میں ہے: "عن قيس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث سرية إلى قوم من خثعم، فاستعصموا بالسجود فقتلوا، فقضى رسول الله صلى الله عليه وسلم بنصف العقل، وقال: أنا بريء من كل مسلم مع مشرك، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تراءى ناراهما" یعنی: "رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر خثعم کی طرف بھیجا توان کے بعض نے سجدہ کے ذریعہ بچنا چاہا ان حضرات نے انہیں قتل کر دیا یہ خبر نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو حضور نے ان کے لیے آدھی دیت کا حکم دیا اور فرمایا "میں ہر اس مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرک کے ساتھ ہو" پھر فرمایا چاہیے ان دونوں کی آگیں نہ دکھائی دیں۔

(سنن نسائی، حدیث نمبر 6956، جلد 6، صفحہ 347، مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

وقارُ المِلّت علامہ مفتی محمد وَقار الدّین قادِری رَضوی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی 1410ھ) فرماتے ہیں: مسلمان کو کسی غیر مسلم کے ساتھ دوستی اور مَحبّت کے تَعلُّقات رکھنا جائز نہیں۔ لہٰذا صورتِ مَسئولہ میں ایک ساتھ کھانا پکانا اور مَحبّت کے تَعلُّقات قائم رکھنا جائز نہیں۔

(وقار الفتاوی، جلد 1، صفحہ 345، مطبوعہ: کراچی)

مفتی ابو صالح محمد قاسم عطاری دامت برکاتہم العالیہ سیدی اعلی حضرت امامِ اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ (المتوفی 1340ھ) کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کفار کے ساتھ بِر وصِلہ کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ بر وصلہ کی تین صورتیں ہیں: (1) اعلیٰ صورت: اپنی کسی صحیح غرض کے بغیر بالقصد محض کافر کو نفع دینا اور بھلائی پہنچانا مقصود ہو۔ یہ صورت مُستامِن یعنی امان لے کر اسلامی سلطنت میں آنے والے کافر اور مُعاہِد یعنی اس کافر سے بھی حرام ہے جس کے ساتھ معاہدہ ہے کیونکہ امان اور معاہدہ ضَرَر کو روکنے کے لئے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو جان بوجھ کر نفع پہنچانے کے لئے۔ (2) درمیانی صورت: اپنی ذاتی مصلحت جیسے کافر نے کچھ دیا تو اس کے بدلے میں اسے دینا یا رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہوئے کچھ مالی سلوک کرنا۔ یہ اس کافر کے ساتھ جائز ہے جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے اور جس سے معاہدہ نہیں اس سے ممنوع ہے۔ (3) ادنیٰ صورت: اسلام اور مسلمانوں کی مَصلحت کے لئے جنگی چال کے طور پر کچھ دیا جائے۔ یہ حربی کافر یعنی جس سے معاہدہ نہیں اس کے ساتھ بھی جائز ہے۔

آیتِ کریمہ ''لَا یَنْھٰکُمُ'' میں ''بِر'' یعنی احسان کی درمیانی صورت مراد ہے کیونکہ اعلیٰ اس کافر سے بھی حرام ہے جس سے معاہدہ ہے اور ادنیٰ اس کافر کے ساتھ بھی جائز ہے جس سے معاہدہ نہیں۔

(فتاوی رضویہ، رسالہ: المحجة المؤتمنة فی آیة الممتحنة، ۱۴/ ۴۶۸، ۴۶۵، ۴۶۹، ملخصاً)

اقساط کا مفہوم: اِقساط یعنی انصاف کرنے کے مفسرین نے تین معانی بیان کئے ہیں: ایک معنی یہ ہے کہ ان پر ظلم نہ کرو۔ اس معنی کے اعتبار سے یہ حکم حربی و معاہد ہر طرح کے کافر کیلئے عام ہے کہ حربی پر بھی ظلم کرنے کی اجازت نہیں اور اِس معنی کے اعتبار سے یہ حکم رخصت نہیں بلکہ واجب ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ کافروں سے کیا ہوا معاہدہ پورا کرو اور اس صورت میں بھی یہ حکم واجب ہے نہ کہ صرف رخصت، البتہ معاہدے کی مدت پوری کرنا واجب نہیں، کوئی مصلحت ہو تو مدت سے پہلے بتا کر معاہدہ توڑ دینا جائز ہے۔ تیسرا معنی یہ کہ اِقساط سے مراد اپنے مال سے کچھ حصہ دیدینا ہے اور یہ وہی بر یعنی نیکی کرنا ہی ہے، گویا اِس صورت میں بر و اِقساط ایک ہی چیز ہوگئے۔ اس پر اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاں یہاں بر (نیکی کرنے) اور اِقساط (انصاف کرنے) دونوں لفظوں میں یوں فرق ہو سکتا ہے کہ اِقساط کا مطلب ہے کہ جتنا کافر نے دیا اتنا ہی دیا جائے جیسے کافر نے ہزار روپے کی چیز دی تو جواب میں ہزار روپے کی چیز ہی دیدی جائے تو یہ اقساط یعنی برابری کرنا ہو گیا جبکہ اگر وہ کچھ نہ دے اور مسلمان اپنی رشتے داری یا کسی مصلحت کی وجہ سے اسے ہزار روپے کی چیز دیدے یا کافر نے ہزار روپے کی چیز دی لیکن مسلمان ہزار سے زائد کی شے دیدے تو یہ بر یعنی احسان کرنا، نیکی کرنا، سلوک کرنا کہلائے گا۔

(فتاوی رضویہ، رسالہ: المحجۃ المؤتمنۃ فی اٰیۃ الممتحنۃ، ۱۴ / ۴۷۱، ملخصاً)

کفار کے ساتھ دوستی کی صورتیں اور ان کے اَحکام

سورۃ الممتحنۃ آیت نمبر 9 میں کفار کے ساتھ دوستی سے منع کیا گیا، یہاں ان سے دوستی سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام کا خلاصہ ملاحظہ ہو، مُوالات (یعنی کفار کے ساتھ دوستی) کی دو قسمیں ہیں: (1) حقیقی موالات: اس کی ادنیٰ صورت قلبی میلان ہے، یہ تمام صورتوں میں ہر کافر سے مُطْلَقاً ہر حال میں حرام ہے البتہ طبعی میلان جیسے ماں باپ، اولاد یا خوبصورت بیوی کی طرف غیر اختیاری طور پر ہوتا ہے یہ اس حکم میں داخل نہیں پھر بھی اس تَصَوُّر سے کہ یہ اللہ و رسول کے دشمن ہیں اور ان سے دوستی حرام ہے، اپنی طاقت کے مطابق اس میلان کو دبانا یہاں تک کہ بن پڑے تو فنا کر دینا لازم ہے، اس میلان کا آنا بے اختیار تھا اور اسے زائل کرنا قدرت میں ہے تو اسے رکھنا دوستی کو اختیار کرنا ہوا اور یہ حرامِ قطعی ہے اسی لئے جس غیر اختیاری چیز کے ابتدائی اُمور کسی شخص نے اپنے اختیار سے پیدا کئے تو اس میں اس کا کوئی عذر قابلِ قبول نہ ہو گا جیسے شراب سے عقل زائل ہو جانا اختیار میں نہیں لیکن جب اختیار سے پی تو عقل کا زوال اور اس پر جو کچھ مُرَتَّب ہو اسب اسی کے اختیار سے ہو گا۔ (2) صورۃً موالات: اس کی صورت یہ ہے کہ بندے کا دل کافر کی طرف اصلاً مائل نہ ہو لیکن اس سے برتاؤ ایسا کرے جو بظاہر محبت و میلان کا پتا دیتا ہو۔ یہ ضرورت اور مجبوری کی حالت میں صرف ضرورت و مجبوری کی مقدار مُطْلَقاً جائز ہے اور بقدرِ ضرورت یہ کہ مثلاً صرف عداوت کا اظہار نہ کرنے سے کام نکلتا ہو تو اسی قدر پر اِکتفاء کرے اور اظہارِ محبت کی ضرورت ہو تو حتّی الامکان پہلو دار بات کہے، صراحت کے ساتھ اظہار کرنے کی اجازت نہیں، اور اگر

اس کے بغیر نجات نہ ملے اور دل ایمان پر مطمئن ہو تو صراحت کے ساتھ اظہار کی رخصت ہے اور اب بھی عزیمت یہی ہے کہ ایسانہ کرے۔ (فتاوی رضویه، رساله: المحجة المؤتمنة فی أیة الممتحنة، ۱۴/ ۴۶۷-۴۶۵، ملخصاً)

(صراط الجنان فی تفسیر القرآن، سورۃ الممتحنۃ، آیت نمبر 9-8، جلد 10، صفحہ 96-97، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

خلاصۂ کلام

کسی بھی حال میں مسلمان لڑکی کا کسی غیر مسلم مشرک و اہل کتاب کافر لڑکے سے نکاح نہیں ہو سکتا اور نہ ہی مسلمان لڑکے کا کسی غیر مسلم مشرکہ لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے، نیز فی زمانہ مسلمان لڑکے کا اہلِ کتاب (عیسائیہ و یہودیہ) لڑکی سے بھی نکاح ممنوع و گناہ ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ غیر مسلموں سے دلی محبت و قلبی الفت سے مکمل اجتناب کریں اور نکاح کے حوالے سے صحیح العقیدہ نیک و صالحہ مسلمان عورت ہی کی طرف رجوع کریں تاکہ دنیا بھی بہتر ہو اور آخرت میں بھی کامیابی کا سامان ہو سکے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں قرآن و سنت کے احکامات پر خوش دلی کے ساتھ ساری زندگی عمل پیرا رہنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

واللہ اعلم عزوجل و **رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم

الجواب الصحیح

علامہ ابو احمد مفتی محمد انس رضا قادری مدظلہ العالی

کتبہ

احمد رضا عطاری حنفی عفی عنہ

6 جمادی الآخر 1443ھ / 10 جنوری 2022ء